21

سب دولت خدا کی طرف سے ہی آتی ہے
پس اسے خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں بخل نہ کرو

رمضان کے مہینے سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو

(فرمودہ 2 جولائی 1948ء بمقام پارک ہاؤس کوئٹہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"مَیں نے گزشتہ جمعہ میں جو یہاں پڑھایا تھا جماعت کو اس بات کی طرف توجہ دلائی تھی کہ اگرچہ یہاں کی جماعت زیادہ منظّم ہے اور یہاں کی جماعت کے کارکن زیادہ ہوشیار ہیں مگر تبلیغ کی طرف پوری توجہ نہیں دی گئی۔ اِس کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ مجھے نماز کے بعد بتایا گیا تھا کہ جماعت نے اِس طرف بھی توجہ دی ہے اور یہ بھی خیال ظاہر کیا گیا تھا کہ امید ہے کچھ افراد قریب میں بیعت بھی کر لیں۔ لیکن میری اِس سے تسلی نہیں ہوئی کیونکہ جس سُرعت کے ساتھ ہماری جماعت نے آگے بڑھنا ہے اس سُرعت کے ساتھ ہماری موجودہ جدوجہد کو کوئی نسبت نہیں۔

یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ جہاں جماعت کے اَور محکموں میں اچھی چُستی پائی جاتی ہے وہاں چندہ میں بھی کافی سرگرمی دکھائی گئی ہے۔ خطبہ کے بعد یہاں کی جماعت کے فنانشل سیکرٹری (قاضی شریف الدین احمد صاحب) مجھے ملے۔ جو فنانشل سیکرٹری مَیں نے اب تک دیکھے ہیں اُن میں

سے وہ سب سے زیادہ ہوشیار اور زیادہ مستعد معلوم ہوئے اور مَیں نے دیکھا کہ وہ صحیح طور پر کام کرنے والے ہیں۔ مَیں نے ان پر جرحیں بھی کیں اور بتایا کہ حسابات کو اِس طرح بھی پرکھا جا سکتا ہے۔ شروع میں وہ رُکے۔ بعد میں اپنی کاپی نکال کر رکھ دی اور بتایا کہ مَیں نے حسابات کو اِس طرح بھی پرکھا ہے۔ حسابات میں اگرچہ بہت سی خامیاں اب بھی ہیں مگر پھر بھی اُنہوں نے بڑی محنت سے کام کیا ہے اور نہ صرف محنت سے کام کیا ہے بلکہ عقل سے بھی کام کیا ہے۔ دنیا میں ہزار ہا آدمی ایسے ہوتے ہیں جو محنت کرتے ہیں، لاکھوں ایسے ہوتے ہیں جو پوری کوشش اور جدوجہد کرتے ہیں مگر اُن کی سب کوششیں رائیگاں جاتی ہیں۔ اُن کی محنت کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا کیونکہ وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔ مگر ایک اَور شخص آتا ہے وہ ایک نیا راستہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس کے ذہن کو روشنی مل جاتی ہے اور وہ اُس کام کو صحیح طور پر کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح یہاں کے فنانشل سیکرٹری نے عقل سے کام لے کر کام کو مکمل کرنے کی کوشش کی ہے مگر پھر بھی ترقی کی ابھی کافی گنجائش ہے۔ بعض احباب نے صحیح تشخیص اپنی آمد کی نہیں بتائی۔ بہرحال انہوں نے کوشش کی ہے۔ اگر وہ مزید کوشش کریں اور احباب جماعت اُن کے ساتھ تعاون کریں تو یقیناً کوئٹہ کا یہ محکمہ اپنے رنگ میں باقی جماعت کے لیے مثال بن جائے گا۔

پس مَیں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ اُنہیں اِس طرف توجہ کرنی چاہیے۔ انہیں چاہیے کہ وہ تمام افرادِ جماعت پر واضح کر دیں کہ صرف ظاہری طور پر چندہ کا بڑھا دینا عزت کا موجب نہیں مثلاً ایک شخص کی آمدن سو روپیہ ہے اور وہ چالیس روپے بتاتا ہے اور اپنی آمد کا پچاس فیصدی چندہ دیتا ہے۔ یہ مخلص ترین انسان ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہوگی کہ اس نے چالیس میں سے بیس دیئے اور اس کی آمد چالیس نہ تھی بلکہ سَو تھی اور سَو میں سے بیس دینے کے معنے یہ ہوئے کہ اس نے بیس فیصدی چندہ دیا۔ اسے چاہیے تھا کہ سَو میں سے پچاس چندہ دیتا۔ اور یا پھر کہہ دیتا کہ وہ بیس فیصدی چندہ دے گا اور یہ اُس کے لیے زیادہ مناسب ہوتا۔ ایسا کرنے والا شخص، انسان کو دھوکا دے سکتا ہے مگر خدا جو عالم الغیب ہے اُسے دھوکا نہیں دے سکتا۔ انسانی معلومات ناقص ہو سکتی ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چندہ دینے والا زیادہ چست اور چالاک ہو، زیادہ تیز اور تند ہو۔ وہ چندہ لینے والے سے بگڑ بیٹھے اور کہے کہ جو مَیں کہتا ہوں وہ صحیح ہے ہم اُس کی بات مان لیں۔ پھر وہ پھسلنے والا بھی ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم اُس کے گھر

بیس دفعہ جائیں ، دوسَو پھیرے ڈالیں اور وہ ہر پھیرے پر کوئی نہ کوئی عذر پیش کر دے۔ اِن پھیروں سے بچنے کے لیے اور اس لیے کہ زیادہ وقت ضائع نہ ہو ہم اُس پر اعتبار کر لیتے ہیں اور وہی آمد سمجھ لیتے ہیں جو وہ بتاتا ہے اور اُسی کے مطابق چندہ لے لیتے ہیں۔ یہ ساری باتیں ہوسکتی ہیں مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا جو عالم الغیب ہے وہ بھی حقیقت کو نہ جانتا ہو۔ چندہ کا بدلہ فنانشل سیکرٹری صاحب نے نہیں دینا بلکہ وہ تو اس کے ہزارویں حصہ کا بھی بدلہ نہیں دے سکتے۔ فنانشل سیکرٹری صاحب کی آمد زیادہ سے زیادہ دو تین سَو ہوگی اور چندہ بیس تیس ہزار ہے اور دس سال میں یہ چندہ لاکھوں تک جا پہنچتا ہے۔ بلکہ ناظر بیت المال میں بھی یہ طاقت نہیں کہ وہ چندہ کا بدلہ ادا کر سکے۔ صدر انجمن احمدیہ بھی اِس کا بدلہ ادا نہیں کر سکتی۔ مَیں بھی اِس کا بدلہ ادا نہیں کرسکتا۔ غرض چندے کا بدلہ خدا نے دینا ہے اور خدا کو یہ پتہ ہے کہ اس شخص کی آمد سو تھی چالیس نہیں تھی۔ اگر تو اِس کا خدا کو بھی پتہ نہیں تب تو ایک حد تک گزارہ ہوسکتا ہے لیکن خدا کو اگر اِس کا پتہ ہے اور وہ ہماری سب باتوں کو جانتا ہے تو وہ یقیناً اِس کا محاسبہ کرے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کام بھی کرو احتساباً کرو اور یہ سمجھ کر کرو کہ اِس کا بدلہ خدا نے دینا ہے۔ اور خدا عالم الغیب ہے تو ہماری کیا حالت ہوگی جب رجسٹر پیش ہوں گے تو ہم نے چالیس میں سے بیس چندہ لکھایا ہوگا لیکن ہماری وہ آمدن صحیح نہ تھی۔ ہماری صحیح آمدن سو تھی اور اس میں سے ہم نے بیس چندہ دیا۔ مگر ایک دوسرے شخص نے جس کی آمدن 80 تھی اُس نے بھی بیس چندہ دیا اور پچیس فیصدی چندہ دینے کا وعدہ کیا۔ دیکھنے والے تو ہمیں مخلص ترین انسان سمجھیں گے اور واہ واہ کریں گے کیونکہ ہم نے چالیس میں سے بیس چندہ دیا۔ اسے کم ایمان والا کہیں گے۔ اس کا قصور یہی ہے کہ اس نے سچائی سے کام لیا۔ پس اگر سچ بولنا قصور ہے، اگر سچ بولنا جرم ہے، اگر سچ بولنا خطا ہے تو واقعی 80 میں سے بیس دینے والے میں اخلاص کی کمی ہے۔ لیکن اگر حقیقت کو دیکھا جائے تو اُس نے اپنی آمد کو صحیح دکھایا اور 80 میں سے بیس چندہ دیا۔ مگر ہم نے سو میں سے بیس دیئے اور آمدن کو کم دکھایا اور خدا تعالیٰ کا جُرم کیا۔ جھوٹ بولنا بھاری گناہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متواتر فرمایا ہے کہ مومن جھوٹ نہیں بولتا۔ ایک شخص جھوٹ بول کر اپنی ساری کی ساری نیکی کو ضائع کر دیتا ہے۔ دنیا میں بھی یہی دیکھنے میں آتا ہے گورنمنٹ ایک آدمی کو مالیہ اکٹھا کرنے کے لیے بھیجتی ہے وہ پچاس ہزار روپیہ اکٹھا کر کے لاتا ہے۔ لوگ نادہند تھے اس نے تحقیقاتیں کیں اور روپیہ وصول کر لیا۔ اِس طرح

خزانہ میں روپیہ بڑھ گیا۔ لیکن بعد میں گورنمنٹ کو پتہ چلا کہ وہ ایک ہزار روپیہ کھا گیا ہے اُس نے غلط حساب پیش کیا ہے۔ پچاس ہزار روپے اُس نے اکٹھے کیے تھے جن میں سے ایک ہزار روپیہ وہ کھا گیا۔ اُس نے دیانت اور امانت کی قیمت کو نہ جانا۔ انچاس ہزار روپیہ جمع کرائے اور ایک ہزار روپیہ خود کھا گیا۔ اب دیکھو یہ ایک ہزار روپیہ اُس کی تمام کوششوں کو باطل کر دے گا۔ گورنمنٹ اُسے ضرور سزا دے گی اور اُس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرے گی۔ یہ صحیح ہے کہ اُس نے کوشش کر کے اور محنت کر کے انچاس ہزار روپیہ جمع کر کے گورنمنٹ کے خزانہ میں داخل کرا دیا مگر ایک ہزار جو اس نے کھا لیا وہ باقی انچاس ہزار پر بھی پانی پھیر دے گا۔ اب اگر وہ یہ کہے کہ یہ روپیہ گورنمنٹ کو نہیں مل سکتا تھا مَیں نے کوشش کی اور انچاس ہزار روپیہ اکٹھا کر کے لے آیا۔ اب اس میں سے دو، چار، دس، بیس جتنا تم سمجھتے ہو کہ آ سکتا ہے کاٹ لو اور باقی کو میری پیدا کردہ آمد سمجھ لو تو کیا کوئی بیوقوف سے بیوقوف مجسٹریٹ بھی اُسے صحیح مانے گا؟ اور کیا کوئی احمق سے احمق افسر بھی اسے درست مانے گا؟ پس اگر ایک دنیاوی گورنمنٹ اِس جھوٹ کو معاف نہیں کر سکتی تو پھر اللہ تعالیٰ جھوٹ کو کیسے معاف کر سکتا ہے۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ اُس نے غلط آمد لکھوائی اور اُس نے پچاس فیصدی چندہ دینے کا وعدہ کیا جس سے لوگوں میں تحریک پیدا ہو گئی اور وہ بھی پچاس فیصدی چندہ دینے لگ گئے مگر خدا کو اِس سے کیا فائدہ پہنچا۔ اُس نے جھوٹ بولا اور گناہ کا ارتکاب کیا۔ گورنمنٹ کو تو فائدہ پہنچ سکتا ہے کیونکہ اُسے فائدہ کی ضرورت ہے۔ اگر اُسے پچاس ہزار روپیہ نہ آتا تو اُسے نقصان ہوتا مگر خدا تعالیٰ کو فائدہ کی کیا ضرورت ہے؟ اگر تم چندہ نہ دو تو اُسے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ وہ تو ثواب کے لیے ہم سے نیک کام کرواتا ہے اور جب ثواب کا سوال آئے گا تو اُسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ تمہارے ساتھ کوئی رعایت کرے۔

اللہ تعالیٰ انسان کو اس طرح غیب سے دیتا ہے کہ اس کا اندازہ لگانا ہی ناممکن ہے اور نہ ہی اُس کا کوئی حساب کر سکتا ہے۔ مَیں نے کئی دفعہ سوچا ہے کہ میری آمدن بہت کم ہے اور خرچ بہت زیادہ ہے لیکن پھر بھی خرچ چلتا چلا جاتا ہے۔ حساب سے اس کا ٹھیک پتہ نہیں چلتا۔ بعض دفعہ میں دو دو تین گھنٹہ تک حساب کرتا رہتا ہوں مگر پھر پریشان ہو کر اسے چھوڑ دیتا ہوں۔ بہرحال میرا خرچ چلتا جاتا ہے۔ اگرچہ آمد بہت ہی کم ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس کچھ گندم تھی۔ میں اس میں سے کھاتی رہی اور کبھی اس کا حساب نہ کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد مجھے خیال آیا کہ یہ دیکھنا چاہیے کہ اب کتنی

گندم باقی رہ گئی ہے۔ ایک دن میں نے اس گندم کو نکالا اور اندازہ کیا۔ اس کے بعد وہ گندم دس دن میں ہی ختم ہوگئی1۔

اللہ تعالیٰ کے راہ بے انتہا ہیں۔ سب چیزیں اور مال و دولت اُس کے پاس ہے۔ زمین و آسمان اُس کے پاس ہے، اُس کا اربوں ارب حصہ بھی کسی کے پاس نہیں۔ پھر اُسے ہمارے چندوں کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو اِن ذریعوں سے ہمیں ثواب کا موقع عطا کرتا رہتا ہے ورنہ اُسے اِن کی ضرورت نہیں۔ ہزاروں ایسے امیر ہیں جو غریب ہو گئے اور ہزاروں ایسے غریب ہیں جو امیر ہو گئے۔ پرسوں اخبار میں بلغاریہ کے سابق بادشاہ کے متعلق چھپا تھا کہ ایک شخص جو بلغاریہ میں اُس کا مکان اور گلیاں صاف کیا کرتا تھا بلغاریہ سے امریکہ چلا گیا۔ وہاں اُس نے محنت سے کام کیا اور کوشش کی اور کچھ عرصہ کے بعد وہ لکھ پتی ہو گیا۔ اُس نے بادشاہ کو ایک خط لکھا۔ بعض لوگوں کو خط لکھنے کا شوق ہوتا ہے خواہ اُس سے کوئی فائدہ مدنظر ہو یا نہ ہو۔ ایسے لوگ خیال کر لیتے ہیں کہ چلو ہمارے خط کا جواب آ جائے گا تو ہمارے پاس نشان کے طور پر رہے گا۔ بلغاریہ کے سابق بادشاہ نے اُس خط کا فوراً جواب لکھا کہ اُسے کھانے پینے کی سخت تکلیف ہے۔ اگر وہ شخص اُسے خوراک کا پارسل بھیج دے تو اُس کی بڑی مہربانی ہو گی۔ اخبار نے یہی سُرخی دی تھی کہ بادشاہ خاکروب سے بھیک مانگتا ہے۔ اب دیکھو وہ خاکروب ایک وقت میں گلیاں صاف کیا کرتا تھا اور یہ بادشاہ تھا۔ اب بادشاہ اُس خاکروب کو لکھتا ہے کہ اگر تم خوراک کا ایک پارسل مجھے بھیجو تو تمہاری مہربانی ہوگی۔ کیونکہ میں اب بڈھا ہو گیا ہوں اور خوراک کم ملتی ہے۔

غرض بعض دفعہ بڑے سے بڑے آدمی کی حالت بھی گر جاتی ہے اور ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی ترقی کر کے بڑا بن جاتا ہے۔ وہ شخص بیوقوف ہوتا ہے جو اِس پر صدمہ کرتا ہے۔ دہلی کے بادشاہوں کے بعض شہزادوں کو مَیں نے خود پانی پلاتے دیکھا ہے۔ ایک دفعہ مَیں دہلی گیا۔ ایک شخص گلیوں میں پانی پلا رہا تھا۔ مجھے ایک دوست نے بتایا کہ یہ شہزادہ ہے۔ مَیں نے اُسے کہا کہ تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ یہ شہزادہ ہے۔ اُس نے کہا کہ مَیں جانتا ہوں اور مَیں اِس کا ثبوت بھی دے سکتا ہوں۔ اُس نے اُس شہزادے کو بلایا اور پانی مانگا۔ ہم نے پانی پیا۔ اُس وقت قاعدہ یہ تھا کہ سقّے پانی پلاتے تھے اور پھر کٹورا آگے کر دیتے تھے۔ قیمت مقرر نہیں ہوتی تھی۔ پانی پینے والا پیسہ دو پیسے اُسے دے دیتا تھا۔ پانی پینے کے بعد اُس دوست نے مجھے اشارہ کر دیا کہ اسے پیسہ نہ دینا۔ وہ شہزادہ تھوڑی دیر گردن اکڑا کے کھڑا

رہا اور پھر چلا گیا۔ اُس دوست نے مجھے بتایا کہ احساسِ خودداری کی وجہ سے یہ مانگتا نہیں۔ صرف تھوڑی دیر کے لیے گردن اکڑا کے کھڑا ہو جاتا ہے اور لوٹ جاتا ہے۔ ایسا کرنے سے یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ اگر تم نے میرا حق دینا ہے تو دے دو ورنہ مَیں مانگتا نہیں۔

ابھی دیکھ لو مشرقی پنجاب سے بعض لوگ ایسے آئے ہیں جن کا وہاں ہزاروں کا نقصان ہو گیا ہے۔ مگر وہ کسی سے مانگتے نہیں۔ اُن میں ہمت پائی جاتی ہے، وہ کام کرنا چاہتے ہیں اور کسی سے مانگتے نہیں۔ نقصان جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اُس نقصان کی وجہ سے اُن کے دل کی کیا حالت ہے۔ قادیان میں میری لاکھوں کی جائیداد تھی۔ میری کوٹھی دارالحمد کی موجودہ قیمت دس لاکھ تھی۔ اور پھر یہی جائیداد ہی نہیں تھی بلکہ اَور بھی جائیداد تھی۔ قادیان میں جائیدادوں کی قیمتیں یکدم بڑھ گئی تھیں اور اِس طرح ہمارے خاندان کی ایک کروڑ سے بھی زیادہ قیمت کی جائیداد تھی۔ لیکن مجھے ایک لمحہ کے لیے بلکہ ایک سیکنڈ کے کروڑویں حصہ کے لیے بھی اس کا کبھی خیال نہیں آیا کہ میرا کوئی نقصان ہو گیا ہے۔ مجھے تو اِس کا احساس ہی نہیں ہوتا بلکہ دوسرے کے سامنے ذکر کرنے سے شرم آتی ہے کہ یہ بھی کوئی چیز ہے۔ آخر ہمارا کونسا حق تھا اور ہم نے کونسی خدمت کی تھی کہ جس کے بدلہ میں خدا نے ہمیں یہ جائیداد دی، ہمارے باپ دادوں کی وجہ سے یہ جائیداد ہمارے ہاتھ آئی۔ خدا نے قادیان کو بڑھایا، لوگ ہجرتیں کر کے قادیان آ گئے۔ جائیداد کی قیمت بڑھ گئی اور اِتنی بڑھی کہ ہزار گُنا ہو گئی۔ میری کوٹھی دارالحمد بیس ہزار روپیہ میں تیار ہوئی تھی اور اُس کی زمین پچاس ہزار روپیہ کی تھی۔ اب اُس کی قیمت بیس ہزار سے دس لاکھ ہو گئی تھی۔ قادیان کے بعض ٹکڑوں کی قیمت بیس بیس ہزار روپے فی کنال ہم نے خود دی ہے۔ کیا یہ جائیدادیں ہم نے خود بنائی تھیں یا ہم نے خود خریدی تھیں؟ اُس خدا نے ہم کو یہ جائیدادیں دیں۔ اُسی نے بھاؤ بڑھا دیئے۔ اُسی نے گاہک بھیجے اور اِس طرح ہماری جائیداد کوئی گُنا زیادہ کر دیا۔ ہمارا اِس میں کوئی دخل نہ تھا۔ دنیوی لحاظ سے تو مَیں اسے کچھ نہیں سمجھتا خواہ وہ جائیداد ہمیں واپس ملے یا نہ ملے۔ لیکن چونکہ قادیان ہمارا دینی مقام ہے، اس کی عظمت کی وجہ سے ہماری یہ خواہش ہے کہ وہ جگہ ہمیں واپس مل جائے۔ ورنہ اگر نہ بھی ملے تو کوئی افسوس نہیں۔ مَیں تو یہ خیال کر رہا ہوں کہ جماعت میں تحریک کروں کہ اب اگر دوست واپس قادیان جائیں تو اپنی جائیدادیں وقف کر کے جائیں تا قادیان خالص مذہبی مقام ہو جائے۔ دنیا میں دولتیں آتی بھی ہیں اور جاتی بھی ہیں۔

انسانی عقل کا اِس میں چنداں دخل نہیں ہوتا۔ یہ تو خدا کا فضل ہے کہ وہ ہمیں دولت دیتا ہے۔ سب دولت محض خدا کی طرف سے آتی ہے۔ اگر کوئی اِس میں بخل سے کام لیتا ہے تو یہ اُس کی غلطی ہے۔ ہاں اگر کوئی بخیل ہے تو وہ معذور ہے۔ ایک شخص مانتا ہے کہ خدائی تحریکات کوئی چیز نہیں، اگلا جہان کوئی چیز نہیں اور جو خدا کہتا ہے وہ غلط ہے تو وہ معذور ہے۔ مگر جو اِن چیزوں کو مان کر بھی بخل سے کام لیتا ہے وہ غلطی کرتا ہے۔

پس میں یہاں کی جماعت کے دوستوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جماعت کے فنانشل سیکرٹری سے تعاون کریں اور اُنہیں صحیح آمدنیں بتائیں تا ان کا حساب ٹھیک ہو۔ اگر کوئی شخص اپنی آمد نہیں بتانا چاہتا تو پھر وہ سَو میں سے دس ہی دے۔ بیت المال والوں کو بھی اِس قسم کی ہدایات ملی ہوئی ہیں کہ وہ کسی کی آمدن کو ظاہر نہ کریں اور اُسے راز کے طور پر رکھیں۔ گورنمنٹ بھی اُسے راز کے طور پر رکھتی ہے۔ بنکوں کو لے لو۔ بنک کا حساب کسی دوسرے کو نہیں بتایا جا سکتا۔ ایک دفعہ ایک ذمہ دار افسر سے گفتگو میں یہ ذکر آ گیا کہ ایک شخص باہر سے فساد پیدا کر رہا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اُس کے پاس روپیہ کہاں سے آتا ہے؟ مَیں نے کہا کہ مَیں بتاؤں کہ اُس کے پاس روپیہ کہاں سے آیا؟ فلاں شخص کو امریکہ سے روپیہ آتا ہے اور فلاں بنک میں جمع ہوتا ہے۔ وہاں سے وہ روپیہ باہر جاتا ہے اور اُس شخص تک پہنچتا ہے۔ مَیں نے بنک کا نام بھی بتایا۔ اُس نے بتایا کہ یہ سارے امکانات ہو سکتے ہیں۔ آپ نے ٹھیک اندازہ لگایا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ بات نہ تھی کہ دشمن کو ہمارے ملک میں سے ہو کر روپیہ جاتا ہے لیکن قرائن سے آپ کی بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ پھر بنک میں سے پتہ کر لو صحیح علم حاصل ہو جائے گا۔ اُس نے کہا کہ اکاؤنٹ ایک راز ہوتا ہے اور بنک بھی نہیں بتائے گا۔ پس اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اُس کی آمد راز میں رہے تو بیت المال والوں کو بھی چاہیے کہ وہ اُسے راز میں رکھیں۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی صحیح آمدن نہیں بتاتا تو اس کے لیے کئی گنا بہتر ہوتا کہ وہ سَو میں سے دس چندہ دیتا۔ بجائے اس کے کہ وہ سَو کی بجائے چالیس آمد لکھوا کر اُس کا پچیس فیصدی وعدہ لکھواتا۔ یہ چیز اُس کی موجودہ نیکیوں کو ہی برباد نہیں کرتی بلکہ اُس کی پرانی نیکیوں کو بھی برباد کر دیتی ہے اور اُسے فائدہ کی بجائے نقصان ہوتا ہے۔ اگر وہ سو میں سے دس چندہ دیتا تو اُس کے لیے آگے بڑھنے کا بھی موقع نکل آتا اور وہ قربانی میں اَور ترقی کر سکتا۔ مگر جب وہ اپنے قول کے لحاظ سے آخری حد تک پہنچ گیا

تو پھر وہ اس نیکی سے بھی محروم ہو جائے گا۔ کبھی بھی کوئی اُسے مزید قربانی کی تحریک نہیں کرے گا۔ لیکن اگر وہ سو میں سے دس دیتا تو پھر کبھی نہ کبھی اُسے اپنے چندہ میں زیادتی کرنے کا خیال آ جاتا اور وہ چندہ دس فیصدی سے زیادہ کر دیتا۔ لیکن اگر وہ پہلے ہی غلط آمدنی لکھا کر آخری حد تک پہنچ جاتا ہے تو چندے مانگنے والے جب اُس کے پاس پہنچیں گے تو وہ یہی سمجھیں گے کہ یہ تو پہلے ہی آخری حد تک پہنچا ہوا ہے اِس کو نیک تحریک کی ضرورت ہی نہیں۔ ایسا شخص تو یہ چاہتا ہے کہ فرشتے بھی اُس کے پاس نہ آئیں۔ لوگ تو یہ دھوکا کھا جائیں گے کہ جتنی وہ قربانی کر سکتا تھا اُس نے کر دی ہے مگر وہ ایسا کرنے سے خدا کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ ایک شخص اگر یہ کہتا ہے کہ وہ 24 گھنٹے مصلّٰی پر ہی بیٹھا رہتا ہے تو اُسے مزید عبادت کے لیے کیا کوئی تحریک کر سکتا ہے۔ دن میں 25 گھنٹے تو ہو نہیں سکتے اور نہ اِس سے زیادہ ہو سکتے ہیں۔ پس جب وہ کہتا ہے کہ مَیں 24 گھنٹے مصلّٰی پر ہی بیٹھا رہتا ہوں تو پھر اُسے مزید عبادت کی تحریک کیسے ہو سکتی ہے۔ اگر وہ غلط بات بتا دے گا تو اُسی کے ساتھی اور دوست بھی اسے کوئی مزید تحریک نہیں کر سکتے اور نہ ہی اُس کے خیر خواہ اُسے نیکی کی طرف راغب کر سکتے ہیں۔ وہ یہ سمجھیں گے کہ یہ تو پہلے ہی قربانی کی انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ اِسے اور کیا تحریک کریں۔ غرض اِس طرح وہ نیک تحریک سے بھی محروم ہو جائے گا اور دوستوں کو بھی اُس کے حالات ٹھیک کرنے اور درست کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔

دوسری بات جس کی طرف مَیں جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ رمضان آنے والا ہے اور شاید اگلا جمعہ رمضان میں ہی آئے۔ میں کوئٹہ اِس نیت سے آیا تھا کہ تا مَیں روزے رکھنے کے قابل ہو سکوں۔ مگر جب سے مَیں یہاں آیا ہوں میری طبیعت خراب ہے۔ سندھ میں مَیں بالکل اچھا رہا ہوں۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ بیماریاں بھی آتی رہی ہیں مگر طبیعت میں طاقت تھی اور کام کرنے کو جی چاہتا تھا مگر یہاں یہ حالت ہے کہ مَیں بیٹھ کر کام نہیں کر سکتا۔ جی یہی چاہتا ہے کہ چارپائی پر لیٹا رہوں اور لیٹ کر ہی کام کروں۔ چارپائی سے اُٹھنے کی ہمت نہیں پڑتی۔☆ لیکن تمہیں یہ چیز میسر ہے اور پھر یہاں سردی بھی ہے۔۔ باہر دوسرے علاقوں میں تو

☆ خدا تعالیٰ کے فضل سے بعد میں طبیعت ٹھیک ہوگئی اور صرف چند روزے بیماری کی وجہ سے رہ گئے۔ باقی روزے رکھنے کی خدا تعالیٰ کے فضل سے توفیق مل گئی۔

شدت کی گرمی پڑتی ہے۔ اِس لیے تم پورے روزے رکھنے کی کوشش کرو تا اِس مبارک مہینہ سے پوری طرح فائدہ حاصل کرسکو۔

اکثر دفعہ یہ دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ بہانے بنا کر روزے چھوڑ دیتے ہیں۔ ہماری جماعت میں روزے کی عبادت کم ہے۔ قادیان میں تو اَب یہ عبادت شروع ہوگئی ہے اور اِس کی طرف خاص توجہ دی جاتی ہے۔ مَیں نے قادیان والوں سے کہا تھا کہ اگر تم قادیان میں رہتے ہو اور دین کی خاطر رہتے ہو تو تمہیں اِس عبادت کی طرف خاص توجہ دینی چاہیے۔ کم از کم ہفتہ میں دو روزے تو رکھا کرو۔ ہمارے ایک دوست حافظ نور الٰہی صاحب مرحوم تھے۔ اُنہوں نے تو وہاں ہر روز روزہ رکھنا شروع کر دیا تھا۔ چونکہ بڑی عمر کے آدمی تھے مسلسل روزے رکھنے کی وجہ سے اُن کے دماغ میں نقص آ گیا اور وہ وہیں فوت ہوگئے۔ بہرحال ہماری جماعت میں روزے کی عبادت کی کمی ہے اور مَیں نے جہاں تک دوستوں سے گفتگو کی ہے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ پچھلے چُھوٹے ہوئے روزے بہت ہی کم رکھے جاتے ہیں۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری جتنی توفیق تھی اُتنے روزے رکھ لیے۔ اب اگر کوئی روزہ رہ گیا ہے تو کیا ہوا۔ حالانکہ یہ ایک قرض ہوتا ہے۔ سوائے اس کے کہ کوئی دائم المریض ہو یا اتنا کمزور ہو کہ وہ روزہ نہ رکھ سکے۔ لیکن اگر وہ دائم المریض نہیں اور نہ اتنا کمزور ہے کہ وہ اِس عبادت سے مستثنٰی ہو سکے اور پھر اس سے کچھ روزے چھُٹ گئے ہوں اور اس کے بعد اُس پر جوانی کے دن باقی رہے ہوں اور روزے رکھنے کی طاقت بھی باقی رہی ہو اور پھر روزے اُس نے پورے نہ کیے ہوں تو اُس کے لیے بخشش کی کوئی صورت نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ پچھلے کیے ہوئے گناہ کو اگلی عمر دُور کر دے۔ بڑھاپا اُس گناہ کو تو دور کرسکتا ہے جس سے پہلے بڑھاپا ہو لیکن اُس گناہ کو دور نہیں کرسکتا جو بڑھاپا آنے سے پہلے کیا گیا ہو اور پھر اُس پر کئی سال جوانی کے گزر چکے ہوں اور اس میں روزہ رکھنے کی طاقت باقی رہی ہو۔ ہاں اب وہ کمزور ہو گیا ہو یا بوڑھا ہو گیا ہو کہ وہ روزے نہ رکھ سکتا ہو تو ایسے شخص کے گناہ پھر توبہ، کفارہ اور خدا کے سامنے ندامت کے اظہار سے ہی معاف ہوں تو ہوں یا شاید مختلف نیکیوں کی زیادتی اُسے معاف کرا دے لیکن بظاہر اس کی معافی کی کوئی صورت نہیں۔ پس روزوں کے ایام سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو۔

مَیں نے کچھ عرصہ پہلے اِس بات پر زور دیا تھا کہ بچے روزے نہ رکھا کریں مگر اِس سے غلط مطلب لے لیا گیا ہے اور بچے کی تعریف بہت لمبی کر دی گئی ہے۔ گویا روزے حذف ہی کر دیئے گئے ہیں۔ 17، 18 سال کی عمر کے بچے کو بھی کہتے ہیں کہ چونکہ یہ ابھی بچہ ہے اِس لیے روزے نہیں رکھ سکتا۔ حالانکہ روزوں کا زمانہ آٹھ نو سال کی عمر سے شروع ہو جاتا ہے۔ پہلے ایک دو روزے رکھے اور پھر اِسی طرح ترقی کرتا جائے۔ 14، 15 سال کی عمر میں تو اِتنی طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ اُسے ضرور روزے رکھنے چاہئیں۔ ہاں بعض بچے اِس عمر میں بھی کمزور ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر اُن کے متعلق سٹیفکیٹ دے سکتا ہے کہ اُنہیں روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔ بہرحال 15، 16 سال کا بچہ اِس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ اکثر روزے رکھ سکے یا سارے روزے رکھ سکے۔ 18، 19 سال کی عمر میں تو اُس پر بلوغت کا زمانہ آ جاتا ہے۔ اُس وقت تو کوئی وجہ ہی نہیں کہ وہ پورے روزے نہ رکھے۔ اگر کوئی اِس میں کوتاہی کرتا ہے یا کمزوری دکھاتا ہے تو اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اچھے بھلے آدمی روزے نہیں رکھتے اور یہ کہہ دیتے ہیں کہ روزے رکھنے سے پیچش لگ جاتی ہے۔ حقیقت میں اُن کی اپنی نیت نیک نہیں ہوتی اور مروڑوں کا بہانہ کر دیا جاتا ہے۔ اصل میں مروڑ اُن کے دل میں اٹھتا ہے اور ایسی کمزوری حائل ہو جاتی ہے کہ وہ اِس عبادت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

پس کوشش کرو اور اِس مہینہ سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤ۔ تہجد پڑھو اور اِس طرح پڑھو کہ یہ مہینہ تمہیں تہجد کی عادت ڈال دے۔ ہماری جماعت میں یہ کمی بھی پائی جاتی ہے کہ تہجد کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ صرف نماز پڑھنی ہی کافی نہیں بلکہ ذکرِ الٰہی کی بھی عادت ڈالنی چاہیے۔ قادیان میں تو مَیں نے اکثر کو ذکرِ الٰہی کی عادت ڈال دی تھی۔ دوسرے احباب کو بھی اِس طرف توجہ کرنی چاہیے۔ مَیں کسی دن مجلس میں پوچھوں گا کہ تم میں سے کتنے تہجد گزار ہیں۔ مگر مجھے یقین ہے کہ اِتنوں میں کوئی ایسی تعداد تہجد پڑھنے والی نہیں نکلے گی جو خوشی کا موجب ہو۔ دوسرے ذکرِ الٰہی سے طبیعت میں روشنی پیدا ہوتی ہے۔ ذکرِ الٰہی کرنا تو گویا سوِچ اون (Switchon) کرنا ہے۔ سوِچ اون (Switchon) کر دیا جائے تو روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور اگر سوِچ اون (Switchon) نہ کیا جائے تو پھر اندھیرا ہی رہتا ہے۔ اِسی طرح اگر ذکرِ الٰہی نہ کیا جائے تو طبیعت روشن نہیں

ہوتی۔ پس تم اپنے اندر ذکر الٰہی کی عادت پیدا کرو تا خدا سے تمہارا تعلق بڑھ جائے۔ تمہارے اندر ہمت پیدا ہو جائے، تمہاری نظروں میں تاثیر پیدا ہو جائے اور دشمن کے دلوں میں بھی تمہارا رُعب بیٹھ جائے کہ دشمن خود بول اٹھے کہ یہ لوگ واقعی روحانیت کے پُتلے ہیں۔ آخر اِس سلسلہ نے غالب آنا ہے اور تھوڑے رہ کر غالب نہیں آنا۔ ہماری تعداد زیادہ ہوگی تبھی ہم دنیا پر غلبہ حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن جو قدم اِس کے لیے تم اٹھا رہے ہو وہ اِتنا لمبا ہے کہ اس سے کامیابی مشکل ہے۔ خدا ہی ہے کہ کوئی نشان دکھائے تو دکھائے مگر خدا کی بھی یہ سنت ہے کہ وہ ہر جگہ نشان نہیں دکھاتا۔ وہ بھی اُس وقت نشان دکھاتا ہے جب قوم ایسی مصیبت میں پڑ جائے کہ اُس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنا اُس کے بس کی بات نہ ہو۔ پھر اگر وہ نشان دکھا بھی دے تو ہمیں اُس سے کیا فائدہ؟ لوگوں کا تو گھر بھر جائے گا ہم تو کورے کے کورے ہی رہیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں آپ کی مجلس میں ایک دفعہ مولوی برہان الدین صاحب جہلمی مرحوم بیٹھے ہوئے تھے۔ باتیں ہو رہی تھیں۔ وہ کہنے لگے کہ میری بہن نے خواب میں دیکھا ہے کہ وہ جنت میں ہے اور مَیں (مولوی برہان الدین صاحب مرحوم) بھی وہاں پھر رہا ہوں اور بیر بیچتا پھرتا ہوں۔ اِس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ مولوی برہان الدین صاحب مرحوم پر اِس خواب کا اِتنا گہرا اثر تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعبیر بیان کرنے سے پہلے ہی رو پڑے اور کہنے لگے حضور! مسیح بھی آیا، ہم نے اُس کا انتظار کیا اور پھر اُس پر ایمان بھی لائے مگر مَیں تو پھر بھی جھڈّو کا جھڈّو ہی رہا۔ جنت میں گیا بھی، مگر بیر ہی بیچے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خواب میں بیر بیچنا تو مبارک ہے۔ یہ تو نہیں کہ آپ کو اصلی شکل میں ٹوکری پکڑا دی جائے گی۔ تو یہ حقیقت ہے کہ لوگ آتے ہیں، سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں اور نیکی کے اتنے مواقع اُنہیں ملتے ہیں کہ بادشاہت اس کے مقابل پر ہیچ ہے۔ مگر اتنے مواقع ملنے کے باوجود وہ بقول مولوی برہان الدین صاحب جہلمی مرحوم جھڈّو کے جھڈّو ہی رہتے ہیں۔

پس تمہیں کوشش کرنی چاہیے کہ تم اپنے اندر ذکر الٰہی کی عادت پیدا کرو اور روحانیت میں ترقی کرو۔ رمضان کے مہینہ سے پورا پورا فائدہ حاصل کرو۔ موت کا وقت مقرر نہیں۔ موت آ گئی

تو پھر تمہیں کونسا موقع ملے گا کہ تم اپنی کھوئی ہوئی چیز کو واپس لاسکو یا تم اپنے کھوئے ہوئے وقت کو لَوٹا سکو"۔ (الفضل 10 جولائی 1949ء)

---

1 : بخاری کتاب الرقاق باب فَضْلِ الفقر